موت کیا ہے؟

غلام مصطفیٰ ظہیرامن پوری

موت محض عدم کا نام نہیں، بلکہ انقطاع روح کے بعد ایک جہان سے دوسرے جہان میں جانے کا نام ہے۔جس کی ابتدا قبر سے ہوتی ہے۔اسے برزخ کہتے ہیں۔قبر میں جزا وسزا کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے۔قرآن وحدیث اور اجماع امت اسی کے مؤید ہیں۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : الْمَوْتُ لَيْسَ بِعَدَمٍ مَّحْضٍ وَّلَا فَنَاءٍ صَرْفٍ وَّإِنَّمَا هُوَ انْقِطَاعُ تَعَلُّقِ الرُّوحِ بِالْبَدَنِ وَمُفَارَقَتُهُ وَحَيْلُولَةٌ بَينَهُمَا، وَتَبَدُّلُ حَالٍ وَّانْتِقَالٌ مِنْ دَارٍ إِلٰى دَارٍ، وَهُوَ مِنْ أَعْظَمِ الْمَصَائِبِ، وَقَدْ سَمَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مُصِيبَةً، وَفِي قَوْلِهٖ : ﴿فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ﴾، فَالْمَوْتُ هُوَ الْمُصِيبَةُ الْعُظْمٰى وَالرَّزِيَّةُ الْكُبْرٰى .

''اہل علم کہتے ہیں: موت محض عدم اور فنا کا نام نہیں ہے، بلکہ موت روح اور بدن کے تعلق کے منقطع ہونے، دونوں کے جدا جدا ہونے، حالت کے تبدیلی اور ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہونے کا نام ہے۔ یہ سب سے

بڑی مصیبت ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے مصیبت کہا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ﴾ ''تمہیں موت کی مصیبت پہنچ جائے۔''

پس موت سب سے بڑی مصیبت اور پریشانی ہے۔''

(التّذكرة بأحوال الموتٰى، ص 111، تفسير القرطبي : 377/7، 206/18، أحكام القرآن لابن العربي : 384/2، المسالك لابن العربي : 605/3، القبس لابن العربي، ص 430، شرح الصّدور للسّيوطي، ص 19، بشرى الكئيب للسيوطي، ص 18، الحاوي للفتاوى للسّيوطي : 180/2، 317/2، البحور الزاخرة للسفاريني :11/1، 21)

کفار و مشرکین کا نظریہ ہے کہ مرنے والا مر کر مٹی ہو جاتا ہے، اسے جزاء و سزا نہیں ہوتی، کفار سے یہ عقیدہ بعض اہل بدعت نے بھی لے لیا ہے، وہ اس کی تہذیب کر کے کہتے ہیں کہ قیامت تک مردہ مر کر مٹی ہو جاتا ہے، قبر میں جزا و سزا نہیں ہوتی۔

جبکہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ روح جب جسم سے خارج ہوتی ہے، تو اس کا علیین اور سجیین میں اندراج ہوتا ہے۔ پھر سوال و جواب کے وقت جسم میں لوٹ آتی ہے۔ لیکن جسم اور روح کا یہ اتصال دنیاوی اتصال کی طرح نہیں، بلکہ اس کی کیفیت اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد روح اپنے مقام میں چلی جاتی ہے۔ نیک روح جنت میں اور بد روح جہنم میں داخل ہو جاتی ہے۔ عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔

وقت وفات سے لے کر قبروں سے جی اٹھنے تک عذاب ہوتا ہے، جسے عذاب قبر سے موسوم کیا گیا ہے۔ چونکہ اکثر لوگوں کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام ''عذاب قبر'' ہے، ورنہ جو جہاں ہے، وہ اس کی قبر ہے۔ قلیب بدر کا واقعہ اس پر دلیل ہے۔

اسی طرح سیدنا سعید بن زید بن نفیل رضی اللہ عنہ کا ایک بڑھیا سے زمین کے معاملہ میں جھگڑا ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بد دعا دی کہ یہ اندھی ہو کر مرے اور اللہ تعالیٰ اس کے گھر کو

اس کی قبر بنادے، بالآخر وہ بڑھیا اندھی ہوگئی، گھر کے کنوئیں میں گر گئی۔

فَكَانَتْ قَبْرَهَا . ''وہ کنواں ہی اس کی قبر بن گیا۔''

(صحيح مسلم : 1610)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ، تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ، مُرَجِّلٌ جُمَّتَهُ، إِذْ خَسَفَ اللّٰهُ بِهٖ، فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

''ایک دفعہ (بنی اسرائیل کا) ایک شخص (خوبصورت) چوغہ پہن کر تکبر کے ساتھ چل رہا تھا، اس نے بالوں کو کنگھی کی ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا، وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 5789)

عذاب قبر کی مختلف صورتیں ہیں، جو مختلف اوقات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی گئی ہیں۔ انفصال روح سے جسم بے حس وحرکت ہو جاتا ہے، اس کے باوجود اس پر جزا وسزا کا عمل جاری رہتا ہے، کیونکہ یہ معاملہ آخرت کا ہے، امور آخرت کا مشاہدہ اور ادراک دنیا میں ممکن نہیں۔ جب کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ میت کو جزا یا سزا ملتی ہے، تو اس پر شبہات پیش کرنا، کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

مِمَّا يَدْخُلُ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّعَمُّقِ وَالْبَحْثِ عَنْهُ : أُمُورُ الْغَيْبِ الْخَبَرِيَّةُ الَّتِي أُمِرَ بِالْإِيمَانِ بِهَا، وَلَمْ يُبَيَّنْ كَيْفِيَّتُهَا، وَبَعْضُهَا قَدْ لَا يَكُونُ لَهُ شَاهِدٌ فِي هٰذَا الْعَالَمِ الْمَحْسُوسِ، فَالْبَحْثُ

عَنْ كَيْفِيَّةِ ذٰلِكَ هُوَ مِمَّا لَا يَعْنِي، وَهُوَ مِمَّا يُنْهٰى عَنْهُ، وَقَدْ يُوجِبُ الْحَيْرَةَ وَالشَّكَّ، وَيَرْتَقِي إِلَى التَّكْذِيبِ .

''جن چیزوں میں گہری سوچ و بچار سے منع کیا گیا ہے، ان میں غیبی امور بھی ہیں، جن پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی کیفیت واضح نہیں کی گئی۔ ان میں سے بعض امور کو تو کسی نے اس حسی دنیا میں دیکھا ہی نہیں ہے۔ تو ان امور کی کیفیت کی تلاش کرنا لایعنی کام ہے، نیز اس سے منع بھی کیا گیا ہے۔ اس سے حیرت اور شک پیدا ہوتا ہے اور تکذیب کا باعث بنتا ہے۔''

(جامع العلوم والحِكَم : 842/2)

علامہ آلوسی حنفی (۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّهَا مِنْ أَحْوَالِ الْبَرْزَخِ الَّتِي لَا يُطَّلَعُ عَلَيْهَا وَلَا طَرِيقَ لِلْعِلْمِ بِهَا إِلَّا بِالْوَحْيِ .

''یہ برزخی احوال ہیں، جن کو کوئی نہیں جان سکتا، اس کا علم حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے وحی۔''

(روح المَعاني :418/1)

علامہ صنع اللہ حنفی لکھتے ہیں:

إِنْ قِيلَ : عَذَابُ الْقَبْرِ وَثَوَابُهُ ثَابِتٌ لِّلرُّوحِ وَالْبَدَنِ، فَيَلْزَمُ الْإِتِّصَالَ بَيْنَهُمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، قُلْنَا : ذٰلِكَ حَقٌّ وَالْإِيمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ، وَهُوَ مِنَ الْغَيْبِ وَاتِّصَالُ ذٰلِكَ لَا يَعْلَمُ كَيْفِيَّتَهٗ إِلَّا

الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ .

''اگر کوئی کہے کہ عذاب قبر اور ثواب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے، تو اس سے مرنے کے بعد دونوں کے درمیان اتصال (ملنا) لازم آئے گا؟ ہم کہتے ہیں: عذاب قبر اور ثواب قبر حق ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، یہ غیبی امر ہے۔ اس اتصال کی کیفیت صرف اللہ علیم خبیر ہی جانتا ہے۔''

(سَيْف اللّٰه علٰی من كَذَبَ علی أولياء اللّٰه، ص 45)

روح کا قبر میں لوٹنا:

اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ سوال وجواب کے وقت روح قبر میں لوٹ آتی ہے۔ اس کے بعد اپنے اپنے مقام پر چلی جاتی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ سَائِرَ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ الْمُتَوَاتِرَةِ تَدُلُّ عَلٰى عَوْدِ الرُّوحِ إِلَى الْبَدَنِ .

''(قبر میں) روح بدن میں لوٹ آتی ہے، اس پر کئی متواتر صحیح احادیث دلالت کناں ہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ : 446/5)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ .

''پھر اس بدن میں روح لوٹا دی جاتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 287/4، سنن أبي داود : 4753، 4754، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

''حاصل کلام یہ ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے، لیکن خوارج، اکثر معتزلہ اور بعض مرجیہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک اسی جسم میں یا جسم کے کسی حصے میں روح لوٹائی جاتی ہے، پھر اسے عذاب دیا جاتا ہے۔......اس بارے میں ایک گروہ نے مخالفت کی ہے، ان کا کہنا ہے: عذاب کے لیے روح نہیں لوٹائی جاتی۔ ہمارے اصحاب نے جواب دیا کہ یہ بات فاسد ہے، کیونکہ تکلیف اور احساس زندہ کو ہوتا ہے۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں: میت کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا یا درندے کا کھا جانا یا مچھلیوں کا لقمہ بن جانا، عذاب قبر کے لیے مانع نہیں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ اسے محشر کے لیے جمع کر لے گا، اللہ اس پر قادر بھی ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ اس کے ایک جز یا زیادہ اجزا میں زندگی ڈال سکتا ہے، اگرچہ اسے درندے یا مچھلی نے نگل لیا ہو۔ اگر کوئی کہے کہ ہم میت کو قبر میں اسی حالت پر دیکھتے ہیں، تو اس سے سوال و جواب، اسے بٹھایا جانا اور لوہے کے ہتھوڑوں سے مارا جانا، یہ سب کیسے ہوتا ہے؟ نیز اس کے جسم پر کوئی نشان بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ سب ناممکن نہیں ہے، بلکہ اس کی مثال ہماری دنیاوی زندگی میں بھی ہے کہ سویا ہوا شخص لذت، تکالیف محسوس کرتا ہے، لیکن (پاس بیٹھے) ہمیں اس کا کچھ احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایک بیدار آدمی کچھ سن کر یا کچھ سوچ کر لذت یا تکلیف محسوس کرتا ہے، لیکن پاس بیٹھے شخص کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

آتے تھے، وحی کی خبر دیتے تھے، لیکن پاس حاضر صحابہ کو اس کا علم تک نہ ہوتا تھا، یہ تمام باتیں بالکل واضح ہیں۔''

(شرح النّووي : 201/17)

آخرت کی زندگی کی کیفیت اللہ ہی جانتا ہے۔اس کے بارے میں شریعت نے جو خبر دی ہے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ برزخی زندگی میں روح اور جسم کا ایک تعلق ہوتا ہے، جس بنا پر دونوں پر جزا و سزا کا اثر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ﴾(الزّمر : 42)

''اللہ موت کے وقت جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن پر موت نہیں آئی، ان کو نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر سوئے ہوؤں میں سے جس پر موت کا فیصلہ کر دے، اس کی جان کو روک لیتا ہے، اور جس پر موت کا فیصلہ نہیں کیا، اس کو ایک مقرر وقت کے بعد جسم میں لوٹا دیتا ہے۔اس میں تفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

تَلْتَقِي أَرْوَاحُ الْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ فِي الْمَنَامِ، فَيَتَسَاءَ لُونَ بَيْنَهُمْ، فَيُمْسِكُ اللّٰهُ أَرْوَاحَ الْمَوْتٰى وَيُرْسِلُ أَرْوَاحَ الْأَحْيَاءِ إِلٰى أَجْسَادِهَا .

”مردوں اور زندوں کی ارواح نیند میں باہم ملتی ہیں، ایک دوسرے سے سوال بھی کرتی ہیں، تو اللہ مردوں کی روحوں کو روک لیتا ہے اور زندوں کی روحوں کو ان کے جسموں کی طرف لوٹا دیتا ہے۔“

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 122، وسندهٗ حسنٌ)

وفات دو طرح کی ہے، وفات کبریٰ اور وفات صغریٰ، جسے نیند سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ موت کے مشابہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں نیند مجازی موت ہے۔ روح قبض ہونے کے باوجود جسم زندہ رہتا ہے۔ حقیقی موت میں جسم مردہ ہو جاتا ہے۔

نیند کی کیا حقیقت ہے؟ آج تک اسے کوئی بھی نہیں جان سکا، نیند میں روح کا انفصال کیسے ہوتا ہے؟ کیا اسے کوئی جان سکا؟ یہ تو دنیاوی معاملہ ہے، پھر بھلا برزخی واُخروی معاملہ کو کوئی عقل سے کیسے معلوم کر سکتا ہے؟ انسان کے ذرات ہوا میں تحلیل ہو جائیں، وہ جل کر راکھ ہو جائے یا اسے درندے نوچ لیں، پھر بھی اسے عذاب ہو سکتا ہے۔ قبر میں بھی انسان مٹی ہو ہی جاتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلٰى، إِلَّا عَظْمًا وَّاحِدًا، وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ، وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

”انسان (جب فوت ہو جاتا ہے اور دفن کر دیا جاتا ہے، تو اس) کا ہر جزو بوسیدہ ہو جاتا ہے، سوائے ایک ہڈی کے، جو ریڑھ کی آخری ہڈی ہے، اس سے قیامت کے دن مخلوق کی ترکیب ہوگی۔“

(صحيح مسلم : 2955)

اللہ تعالیٰ کے لیے یہ ذرات مخفی نہیں، وہ جانتا ہے کہ کس کے اجزا کہاں ہیں؟ لہٰذا ہر جزو جس عذاب کا مستحق ہوگا، اللہ تعالیٰ اسے دوچار کردے گا۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَانَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يُسِيءُ الظَّنَّ بِعَمَلِهِ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ : إِذَا أَنَا مُتُّ فَخُذُونِي فَذَرُّونِي فِي الْبَحْرِ فِي يَوْمٍ صَائِفٍ، فَفَعَلُوا بِهِ، فَجَمَعَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ : مَا حَمَلَكَ عَلَى الَّذِي صَنَعْتَ؟ قَالَ : مَا حَمَلَنِي إِلَّا مَخَافَتُكَ، فَغَفَرَ لَهُ .

”پہلی امتوں میں ایک شخص تھا، جو اپنے اعمال کے بارے میں بدگمان تھا، اس نے اپنے گھر والوں کو کہا: جب میں مرجاؤں، تو مجھے (جلا کر پیس دینا اور) تیز آندھی والے دن سمندر میں اڑا دینا، انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس (کی راکھ) کو جمع کیا اور پوچھا: ایسا کیوں کیا؟ کہنے لگا: (اے اللہ!) تیرے ڈر کی وجہ سے، تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔“

(صحيح البخاري : 6480)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جزا و سزا مثالی جسم کو ہوتی ہے، یہ محض اختراع ہے، جس سے اسلاف امت ناواقف تھے۔

بعض کا کہنا ہے کہ عذاب زمینی قبر میں نہیں ہوتا، انہوں نے کوئی مثالی قبر دریافت کر رکھی ہے، جس سے مسلمان ناواقف ہیں۔

نیند کو موت کہا گیا ہے۔ کیونکہ جس طرح مردہ انسان اب اپنی زندگی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اسی طرح سویا ہوا انسان بھی اپنی زندگی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

رہا جس پر حقیقی موت طاری ہو جاتی ہے، اس کی روح روک دی جاتی ہے، وہ دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں نہیں آ سکتا۔ اس سے قبر میں اعادہ روح کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ یہ برزخی واُخروی معاملہ ہے۔

فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾(التکویر : 7)

''جب جانیں ملائی جائیں گی۔''

کی مختلف تفاسیر ہیں۔ تفسیر بالقرآن یہ ہے کہ ہم عقیدہ لوگوں کو اکھٹا کیا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾

(الصّافّات : 22)

''ظالموں، ان کے ہم عقیدہ لوگوں اوران کے معبودوں کو اکھٹا کرو۔''

اس آیت کریمہ سے بعض نے ارواح کا جسموں میں لوٹنا بھی مراد لیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ روز قیامت روحیں جسموں میں مستقل طور پر لوٹ آئیں گی، قرآن کریم نے اسے ﴿يُحْيِي الْمَوْتٰى﴾(الشوریٰ : 9) ''مردوں کو زندہ کرتا ہے۔'' سے تعبیر کیا ہے۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يَعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يُرْجِعَهَا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِلٰى جَسَدِهٖ يَوْمَ يَبْعَثُهٗ .

''مؤمن کی روح ایک پرندے کی صورت میں جنت کے درختوں میں اڑتی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت اس کے جسم میں لوٹا دے گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 15787 ، وسندهٗ صحيحٌ)

اس سے پہلے قبر کے سوال و جواب کے لیے وقتی طور پر لوٹیں گی۔ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جو سلام تحیہ کہتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی روح لوٹا دیتے ہیں اور آپ ﷺ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ یہ استثنیٰ ہے۔

برزخ کیا ہے؟:

وفات سے لے کر بعث تک کے درمیانی عرصہ کو برزخ کہتے ہیں۔ یہ آخرت کا حصہ ہے۔ اس کے معاملات کا وحی کے بغیر عقل سے ادراک کرنا محال ہے۔ یہ آخرت کی منزل ہے۔ حیات برزخیہ ہر ایک کو حاصل ہوتی ہے، اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ برزخی زندگی کو دنیاوی زندگی پر قیاس کرنا درست نہیں۔ حیات برزخیہ پر موت کا لفظ محض دنیاوی اعتبار سے بولا جاتا ہے، ورنہ یہ بھی ایک الگ زندگی ہے۔

میت کا قبر میں راحت پانا یا عذاب کی مختلف صورتوں سے دوچار ہونا، نیک میت کا یہ کہنا کہ مجھے جلدی لے چلیں اور فاسق و فاجر کا یہ کہنا کہ ہائے وائے، مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ جہاں جہاں قرآن و حدیث نے میت کے لیے سننے کا ثبوت دیا ہے، جیسے قلیب بدر کا واقعہ، مردے کا دفن کے بعد قدموں کی چاپ سننا، اسی طرح نبی کریم ﷺ کا سیدنا ابراہیم اور سیدنا موسیٰ علیہما السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا، خود نبی کریم ﷺ کا معراج کی رات تمام انبیا علیہم السلام کی بیت المقدس میں امامت کروانا، اس کے بعد بعض انبیا سے آسمانوں پر ملاقات کرنا، میت کا قبر میں بٹھایا جانا، اس سے سوال و جواب ہونا، قبر کا تنگ ہو جانا، وغیرہ۔ یہ غیبی امور ہیں جو کہ قرآن و حدیث کی نصوص پر موقوف ہیں، فقط ان پر ایمان لانا ہے۔

مفسر قرآن، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ أَصْلٌ كَبِيرٌ فِي اسْتِدْلَالِ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلٰى عَذَابِ الْبَرْزَخِ فِي الْقُبُورِ، وَهِيَ قَوْلُهُ : ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ .

''قبر میں برزخی عذاب کے اثبات پر یہ آیت اہل سنت کی عظیم دلیل ہے :
﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ ''وہ صبح وشام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 146/6)

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

''ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ کا یہ نظریہ کہ قبر میں صرف روح کو سوال ہوگا، درست نہیں۔ ان کا نظریہ تو اور بھی برا ہے، جو کہتے ہیں کہ عذاب صرف جسم کو ہوگا روح کو نہیں۔ احادیث صحیحہ سے دونوں نظریات کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ عذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوگا، جزا وسزا روح کو الگ سے بھی ملے گی اور جب بدن کے ساتھ ہوگی تب بھی۔ یاد رکھئے ! کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے، ہر مستحق عذاب مرنے کے بعد اپنی سزا پالے گا، اسے قبر میں دفنایا جائے یا نہ دفنایا جائے، درندوں کی خوراک بن جائے، جل جائے، مٹی بن جائے، ہوا میں بکھر جائے یا پانیوں میں غرق ہو جائے، اس کی روح اور بدن کو وہ عذاب پہنچتا رہے گا جو قبر میں ہونا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر بلا کمی بیشی ایمان لے آئیے، آپ کی حدیث میں بے وجہ احتمالات نہ پیدا کیجئے، اس کے ہدایت پر مبنی مفہوم میں جھول نہ لائیے، اللہ ہی جانتا ہے

کہ ان لوگوں کی تعداد کیا ہے، جو حدیث نبی ﷺ کے ساتھ اس طرح کا رویہ اپنا کر جادہ حق سے بھٹک گئے، یاد رکھئے! الٹا فہم ہی ہر بدعت وضلالت کی ماں ہے، یہ ہر خطا کی اصل اصول ہے، گو کہ برا ارادہ بھی ان برائیوں کا موجب ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جہان تین ہیں، دنیا، جہان برزخ اور جہان قرار، اللہ تعالیٰ نے ہر جہان کے احکام بنائے ہیں، جو ان کے ساتھ خاص ہیں، انسان بدن وروح کا مرکب ہے، تو احکام دنیا، بدن وروح پر لاگو ہوں گے، احکام برزخ بھی بدن وروح پر لاگو ہیں، جب حشر کا دن ہوگا، تو عذاب و ثواب بدن اور روح دونوں پر ہوگا، آپ جان چکے ہیں کہ قبر کا باغیچہ جنت ہونا یا پاتال جہنم ہونا عقل کے عین موافق ہے، حق ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں، اسی سے مومن وغیر مومن کی تمیز ہوتی ہے، لازما جان لیجئے! کہ قبر کی جزاء وسزاء دنیا کی جزاء وسزاء سے الگ ہیں، ممکن ہے کہ اللہ قبر کی مٹی اور پتھروں ہی کو مرنے والے کے لئے اتنا گرم کردے کہ وہ انگارے سے زیادہ تکلیف دہ ہو، جب کہ زندہ اسے ہاتھ لگائیں تو انہیں محسوس بھی نہ ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ساتھ لیٹے دو شخص ایک نار جہنم میں ہو دوسرا باغ جنت میں۔ اس کو پڑوس سے جہنم کی آگ نہ لپیٹے، جہنم والے کو پڑوسی کی جنت سے مس نہ ہو، اللہ کی قدرت اس سے بھی بلند اور بالا ہے، لیکن مصیبت ہے کہ انسان ان چیزوں کا انکاری ہو جاتا ہے جو اس کی عقل میں سما نہ پائیں، حالانکہ اللہ نے ہمیں اس دنیا میں ہی ایسے عجائب دکھا رکھے ہیں جو عذاب قبر سے بھی زیادہ تعجب خیز ہیں، جب اللہ چاہتا ہے، اپنے بندوں پر بعض چیزیں ظاہر کر دیتا

ہے، اگر اللہ ہر بندے پر یہ چیزیں ظاہر کردے تو مکلّف بنانے اور ایمان بالغیب کی حکمت باقی نہ رہتی، لوگ مردوں کو دفنانا چھوڑ دیتے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ آپ مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ آپ کو قبر میں عذاب دیئے جانے والوں کی آواز سنا دیتا۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 400-401)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : عَذَابُ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ أُضِيفَ إِلَى الْقَبْرِ لِأَنَّهُ الْغَالِبُ وَإِلَّا فَكُلُّ مَيِّتٍ وَّإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَعْذِيبَهٗ نَالَهٗ مَا أَرَادَ بِهٖ قُبِرَ أَوْ لَمْ يَقْبُرْ وَلَوْ صُلِبَ أَوْ غَرِقَ فِي الْبَحْرِ أَوْ أَكَلَتْهُ الدَّوَابُّ أَوْ حُرِّقَ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا أَوْ ذُرِّيَ فِي الرِّيحِ وَمَحَلُّهُ الرُّوحُ وَالْبَدَنُ جَمِيعًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَكَذَا الْقَوْلُ فِي النَّعِيمِ .

''علما کہتے ہیں کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے۔ اس کی نسبت قبر کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ یہ اکثر قبر ہی میں ہوتا ہے۔ میت قبر میں ہو یا نہ ہو، غرق ہو جائے، درندے کھا لیں، جل کر راکھ ہو جائے یا ہوا میں اڑا دیا جائے، جب اللہ چاہے گا اسے عذاب دے گا۔ عذاب روح اور بدن دونوں کو دیا جائے گا۔ اس پر اہل سنت کا اجماع ہے، یہی معاملہ نعمتوں کا ہے۔''

(شرح الصُّدور بشرح حال المَوتٰى، ص 81)

فائدہ:

علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلالت کناں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حالت بیداری میں موسیٰ علیہ السلام کو حقیقی طور پر دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ تھے اور نماز پڑھ رہے تھے۔ قبر میں وہی نماز پڑھ رہے تھے، جو اپنی (دنیاوی) زندگی میں پڑھتے تھے۔ یہ سب کچھ ممکن ہے، اس میں سے کچھ محال نہیں ہے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ شہدا زندہ ہوتے ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔ کئی شہدا تو قبروں میں کئی سالوں تک صحیح سلامت پائے گئے ہیں، ان کے بدن میں کوئی تغیر نہیں آیا، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ جب شہدا کے ساتھ ایسا ہوسکتا ہے، تو انبیائے کرام کے حق میں تو بالاولیٰ ایسا ہے۔ اگر کوئی اعتراض اٹھائے کہ قبر میں نماز کیوں، اب تو وہ مکلّف نہیں رہے؟ تو جواب ہے کہ یہ نماز حکم تکلیف کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ تو ان کے اکرام اور شرف کی بدولت ہے کہ انہیں دنیاوی زندگی میں اللہ کی عبادت سے بڑا لگاؤ تھا، دنیا میں نماز کو لازم کیا، تو موت کے بعد بھی اسی حالت پر رہے اور اللہ نے ان کی عزت افزائی اس طرح کی کہ ان کے لیے وہ عمل باقی رکھا، جنہیں وہ (دنیا میں) پسند کرتے تھے اور جو ان کا اوڑھنا بچھونا تھے۔ اس طرح ان کی عبادت فرشتوں کی طرح الہامی ہے، نہ کہ تکلیفی۔''

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم: 192/6)

دو زندگیاں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾

''(کفار) کہیں گے: ہمارے رب! تو نے ہمیں دو زندگیاں اور دو موتیں دیں۔''

اس آیت کی تفسیر بالقرآن یہ ہے:

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾(البقرة: 28)

''تم اللہ کے ساتھ کفر کیسے کر سکتے ہو، جبکہ (اس سے پہلے) تم مردہ تھے، اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر مارے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

كَانُوا أَمْوَاتًا وَّهُمْ نُطَفٌ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَفِي أَرْحَامِ أُمَّهَاتِهِمْ ثُمَّ أَحْيَاهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ ثُمَّ أَمَاتَهُمْ ثُمَّ يُحْيِيهِمْ يَوْمَ النُّشُورِ.

''وہ اپنے باپ کی پیٹھ اور اپنی ماں کے رحم میں نطفہ کی صورت میں مردہ تھے، اس کے اللہ نے انہیں زندہ کیا، پھر انہیں موت دی، پھر روزِ قیامت انہیں زندہ کرے گا۔''

(كتاب الرّوح، ص 35، شرح العقيدة الطّحاوية لابن أبي العز، ص 396)

نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا اسْتِدْلَالُهُ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿قَالُوا رَبَّنَا أَمِتْنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾، فَلَا يَنْفِي ثُبُوتُ هٰذِهِ الْإِعَادَةِ الْعَارِضَةِ لِلرُّوحِ فِي الْجَسَدِ كَمَا أَنَّ قَتِيلَ بَنِي إِسْرَائِيلَ الَّذِي أَحْيَاهُ اللّٰهُ بَعْدَ قَتْلِهٖ

ثُمَّ أَمَاتَهُ، لَمْ تَكُنْ تِلْكَ الْحَيَاةُ الْعَارِضَةُ لَهُ لِلْمَسْئَلَةِ مُعْتَدًّا بِهَا فَإِنَّهُ يَحْيٰى لَحْظَةً ...... قَوْلُهُ : ثُمَّ تُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهٖ، لَا يَدُلُّ عَلٰى حَيَاةٍ مُّسْتَقِرَّةٍ وَّإِنَّمَا يَدُلُّ عَلٰى إِعَادَةٍ لَّهَا إِلَى الْبَدَنِ وَتَعَلُّقٍ بِهٖ وَالرُّوحُ لَمْ تَزَلْ مُتَعَلَّقَةٌ بِبَدَنِهَا وَإِنْ بَلٰى وَتَمَزَّقَ .

''رہا آیت مبارکہ: ﴿قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾ ''(کفار) کہیں گے: ہمارے رب! تو نے ہمیں دو زندگیاں اور دو موتیں دیں۔'' سے استدلال، تو اس سے یہ نفی نہیں ہوتی کہ روح وقتی طور پر بدن میں نہیں لوٹ سکتی۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کے ایک مقتول کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا تھا، پھر اسے موت دے دی، اس شخص کو جو (قاتل کا نام) پوچھنے کے لیے وقتی طور پر زندگی دی گئی، اس کو (مستقل زندگی پر) دلیل نہیں بنایا جاتا، کیونکہ وہ شخص ایک لمحہ کے لیے زندہ ہوا تھا۔ ......فرمان نبوی: ''پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔'' یہ مستقل زندگی پر دلیل نہیں، بلکہ یہ تو روح کا بدن میں لوٹنے اور اس سے تعلق قائم ہونے پر دلیل ہے، بدن چاہے کتنا بھی بوسیدہ ہو جائے اور گل سڑ جائے، روح کا اس کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔''

(کتاب الرّوح، ص 43)

❀❀❀❀❀❀❀